حضرت مولانا محمد نور صاحب سنبھلیؒ

۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء - ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

مرتب

محمد قاسم اوجھاری

ناشر

اسلامی مرکز تحقیق واشاعت اوجھاری ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

تفصیلات

نام کتاب: مختصر تذکرہ مولانا محمد نور سنبھلیؒ

مرتب: محمد قاسم اوجھاری

صفحات: ۲۰

سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۲۰ء، ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

ناشر: اسلامی مرکز تحقیق واشاعت اوجھاری ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

Published by

Islamic Research & Publications Center

Ujhari, Tahsil Hasanpur, Dist. Amroha, UP, India, 244242

Email: qasimujhari@gmail.com

Phone & WhatsApp: 9917778135

8630840535 / 9457007920

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، امابعد

اکتوبر ۲۰۱۸ء میں جمعیت علماء تحصیل حسن پور کی جانب سے ایک دعوت نامہ موصول ہوا جس میں مرقدم تھا کہ ”جمعیت علماء ہند سو سال مکمل ہونے پر صد سالہ تقریبات منا رہی ہے جس کی ایک کڑی شخصیات پر سیمینار کا انعقاد بھی ہے، اسی کے پیش نظر جمعیت علماء تحصیل حسن پور نومبر ۲۰۱۸ء میں علاقۂ حسن پور کے ممتاز علماء کرام کی حیات وخدمات پر ایک سمینار منعقد کرنے جارہی ہے، جس میں مولانا محمد نور صاحب سنبھلیؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل مقالہ تیار کرنے کے لئے آپ کے نام کا انتخاب کیا گیا ہے۔“

دعوت نامہ پڑھ کر مجھے اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا احساس ہوا اور سوچا کہ ایک اہم اور معزز کام کے لئے ایک کم علم اور کم فہم شخص کا کیوں انتخاب کیا گیا ہے، خیر بڑوں کا حکم تھا اس لئے کسی پس وپیش کی گنجائش نہیں تھی، میں نے حکم کی تعمیل میں اس کار خیر کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے تیاری شروع کی، بس اب ذہن ودماغ پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ مولانا محمد نور صاحب سنبھلی کی حیات وخدمات پر ایک تحریر تیار ہوجائے۔

مولانا محمد نور صاحب سنبھلؒ کے ایک مشہور عالم دین تھے، جن کی دینی، تعلیمی اور علمی خدمات کا دورانیہ ساٹھ سال اور حیات مستعار کا دورانیہ تقریباً ۸۵؍سال کو محیط ہے، چونکہ آپ کی سوانح حیات پر ابھی تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے، اس لئے حتّی الوسع آپ سے متعلق میں

نے معلومات اور دستاویزات جمع کرنے کے لئے آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا مختارالحق صاحب، تلامذہ اور فیض یافتگان سے رجوع کیا، کوشش کے باوجود اتنا مواد نہ مل سکا جس سے حضرت کی حیات وخدمات کا مکمل حق ادا ہوجاتا، تاہم جو بھی معلومات فراہم ہوئیں ان کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مرتب کیا، آپ کی شروع زندگی سے لے کر آخر زندگی تک کے مراحل کو مختصراً جمع کرنے کی کوشش کی، اور یوں رفتہ رفتہ ایک تحریر تیار ہوگئی، جس میں ولادت، تعلیم و تربیت، تعلیمی سفر دینی و تعلیمی خدمات، مسلک دیوبند کی ترویج واشاعت، جمعیت علماء ہند سے وابستگی، مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق آپ کا نقطہ نظر، بیعت وسلوک، چند خاص اساتذہ و تلامذہ، عادات واخلاق، امتیازات وخصوصیات، شام زندگی وغیرہ جیسے عناوین جمع ہوگئے۔

نومبر ۲۰۱۸ء میں جمعیت علماء تحصیل حسن پور کے زیر اہتمام عنبر پیلس اوجھاری میں منعقد ہونے والے سیمینار میں بندے ہی نے خود یہ مقالہ پیش کیا، جس میں علاقۂ حسن پور، سنبھل اور امروہہ کے علماء ودانشور حضرات شریک تھے، مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا حکیم الدین صاحب قاسمی سیکریٹری جمعیت علماء ہند، اور حضرت مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری اور دیگر اکابر علماء موجود تھے، یہ میرے لئے پہلا موقع تھا کہ جمعیت کے اسٹیج سے کچھ لب ہلانے کا موقع ملا۔

بعد میں خیال آیا کہ مولانا محمد نور صاحب سنبھلی کی سیرت وشخصیت اور حیات وخدمات پر مشتمل کوئی کتاب یا کوئی ایسی مختصر یا مطول تحریر نہیں ہے، جس سے بعد والے استفادہ کرسکیں اور جو آنے والی نسلوں میں حضرت کا تعارف کراسکے، لہٰذا اس مختصر تحریر کو ہی کتابچہ کی شکل میں شائع کردیا جائے تاکہ بعد والے ان ادھورے خاکوں سے ہی کچھ روشنی حاصل کرسکیں۔ اہل نظر کے لئے ان ادھورے خاکوں میں ہی بہت کچھ سامان مل سکتا ہے، ارباب بصیرت کے لئے

گھاس کی ایک پتی بھی صحیفۂ فطرت سے کم نہیں ہے۔اسی مقصد کے پیش نظر افادہ واستفادہ کی غرض سے اس مختصر تحریر کو کتابچہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے، یہ کوئی باضابطہ حضرت کی سوانح حیات نہیں ہے، بلکہ آپ کی سیرت وشخصیت اور خدمات کا مختصر تذکرہ ہے جو لمبی تفصیلات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر دین کے مخلص خدام کی فہرست میں ہم کو شامل فرمائے۔آمین

محمد قاسم اوجھاری

۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲؍دسمبر ۲۰۱۹ء

حرف آغاز

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا ہے اگر نقش حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام کائنات

اس جہان رنگ و بو اور عالم آب وگل میں نہ جانے کتنے انسانوں نے آنکھیں کھولی ہیں، اس کرۂ ارض نے بے شمار انسانوں کو جنم دیا ہے، انسانوں کی آمدورفت کا سلسلہ مسلسل جاری ہے، اس دھرتی نے ایسے صلحا، وعلماء اور فضلاء کو بھی پیدا کیا ہے کہ جن کو تاریخ نے ہمیشہ یاد رکھا ہے، جن کا نام آج بھی بڑی عقیدت ومحبت سے لیا جاتا ہے اوران شاء اللہ لیا جاتا رہے گا۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے علمی کمالات، عمدہ فضائل، پختہ افکار، حسن کردار، علمی وعملی صلاحیتوں اور دینی علمی سیاسی اور سماجی خدمات کی بناء پر ماضی میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں، جنہوں نے اپنی ضیاء پاش کرنوں سے تاریک علاقوں کو روشن اور فکر ونظر کی شاہراہوں کو منور کیا ہے، جن کے اعلی شخصیت، بلند پایہ حیثیت، علمی وقعت و جلالت، دینی علمی سیاسی اور سماجی خدمات کا اعتراف ہر زمانے نے کیا ہے، انہیں آب دار موتیوں میں سے ایک منفرد موتی ایک ممتاز اور عبقری شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد نور صاحب سنبھلی کی بھی ہے، جن کی زندگی کا ہر پہلو روشن اور قابل ستائش ہے آپ کی خدمات وافکار کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک تحریک تھے، آپ کی پوری زندگی خدمت دین اور اشاعت علوم نبویہ سے عبارت ہے۔

صبح زندگی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱/شوال المکرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۳/اپریل ۱۹۲۸ء کو سرائے ترین ضلع سنبھل میں ہوئی والد صاحب کا نام کریم الدین تھا، آپ کے آباءواجداد تقریباً ۸۰/برس سے یہیں مقیم تھے، کوزہ گری کا پیشہ تھا۔

آغوش تربیت وابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی وطن سرائے ترین سنبھل میں ہی حاصل کی، قاعدۂ بغدادی حاجی کفایت اللہ صاحب سے پڑھا ابھی قاعدہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ حاجی صاحب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس کے بعد مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل میں آپ کا باضابطہ داخلہ کرایا گیا، ناظرۂ قرآن کریم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب سے پڑھا، حفظ قرآن کریم تقریباً ڈھائی تین سال کی مدت میں حافظ خدابخش صاحب کے پاس مکمل کیا، یہ ۱۹۳۹ء کا وہ زمانہ تھا کہ ایک طرف دوسری جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی، دوسری طرف ملک کے اندر جنگ آزادی بہت تیزی کے ساتھ رواں دواں تھی، سول نافرمانی کی وجہ سے لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا جارہا تھا، انہیں میں مجاہد جلیل قاری عبدالحق صاحب سیفی بھی تھے، موصوف جب جیل سے رہا ہو کر آئے تو حضرت مولانا محمد نور صاحب کے والد محترم جناب کریم الدین صاحب نے آپ کو قاری عبدالحق صاحب کے حوالہ کر دیا، اور آپ نے انہیں سے قرات حفص پڑھی،

۲۷/رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل میں بعد نماز عشاء ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں رئیس المتکلمین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سلطان احمد صاحب دیپا سرائے سنبھل، قاری عبدالحمید صاحب اور دیگر معزز حضرات کے ہاتھوں سے آپ کی دستار بندی کی گئی۔

تعلیمی سفر

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل میں مولانا عبدالرشید صاحب مظاہری اور مفتی محمد آفتاب صاحب سے پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ الشرع المعروف کٹرہ موسی خان میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالمجید صاحب سے کافیہ اور قدوری وغیرہ کتب پڑھیں، ایک سال کٹرہ موسی خان میں گذار کر دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور بقیہ تعلیم دارالعلوم دیوبند میں مکمل کی، پانچ سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۷۰ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دینی و تعلیمی خدمات

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی خدمات کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ فراغت کے بعد سب سے پہلے اساتذہ کرام کے مشورہ سے مدرسہ اسلامیہ عربیہ انصاریہ یوسف پور ضلع غازی پور میں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے اور دو سال تک وہی تدریسی خدمات انجام دیں۔ دو سال یوسف پور میں گذارنے کے بعد آپ اپنے وطن سنبھل چلے آئے، پھر مختلف مقامات پر خدمت کرنے کا موقع ملا، کچھ دن ہجوئی ضلع سنبھل میں رہے، پھر مدرسہ فیض عام سیوہارہ ضلع بجنور میں رہے، اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں مدرسہ جمعیۃ القریش ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے جہاں ترجمۂ قرآن پاک اور امامت بھی آپ کے سپرد ہوئی، اور آپ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، دس سال یہاں گذارنے کے بعد ۱۹۶۳ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ اوجھاری (جس کی بنیاد حضرت مولانا احمد حسن صاحب محدث امروہوی نے رکھی تھی) میں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت اوجھاری واطراف کا ماحول دینی و تعلیمی اعتبار سے نہایت تاریک تھا، کوئی ایسا مضبوط تعلیمی ادارہ نہیں تھا۔ جو لوگوں کی دینی و علمی تشنگی کو بجھا سکے اور نسل نو کے لیے مشعل راہ بن سکے، جامع مسجد اوجھاری کے بالائی حصے میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ مکتب کی شکل میں ایک امید کی کرن تھی، آپ نے یہاں آنے کے بعد دینی و تعلیمی انحطاط کو محسوس کیا، امت کے نونہالوں کے مستقبل کی فکر کی، اور پوری تندہی کے ساتھ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی نشاۃ ثانیہ میں لگ گئے، کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ جامع مسجد کے بازو میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی تعمیر جدید کرائی، جس کی بنیاد

حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی کے ہاتھوں سے رکھی گئی، اس کے بعد مدرسہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے بہت تیزی کے ساتھ ترقی کی، اور یوں ایک چھوٹا سا مکتب ایک مستقل مدرسہ کی شکل میں ہوگیا، جہاں سے تھوڑی ہی مدت میں بفضل اللہ بہت سے قراء اور حفاظ تیار ہوئے، اس وقت مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالماجد صاحب اوجھاری کے والد حافظ عبدالواحد صاحب تھے، مولانا محمد نور صاحب بحیثیت صدر مدرس تھے، لیکن مدرسہ کی تشکیل نو اور نشاۃ ثانیہ آپ ہی کی فکر اور کوشش کا نتیجہ تھی، پھر آپ نے مدرسہ ہذا میں عصری تعلیم کے لئے عربک جونیئر ہائی اسکول بھی قائم کیا، جو بعد میں مسلم عربک انٹر کالج کے نام سے محلہ براؤلی اڈے پر منتقل ہوگیا جو اس وقت حکومت اتر پردیش سے منظور شدہ اور رجسٹرڈ ہے، یہ بھی آپ ہی کی فکر اور کوشش کا نتیجہ ہے۔

آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۸۲ء تک اوجھاری میں قیام پذیر رہے، آپ کا یہ ۲۰/سالہ دور انتہائی روشن اور تابناک ہے، یہاں رہ کر آپ نے جہاں بہت سے قراء، حفاظ اور اہل علم تیار کئے وہیں اوجھاری واطراف کے ماحول کو سنوارنے میں بھی اہم کردار ادا کیا، بعض عینی شاہدین بتاتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تہوار اور محرم کے جلوس وغیرہ کے موقعوں پر آپ راستہ میں بیٹھ جاتے تھے، اور لوگوں کو اس طرف جانے سے روکتے تھے، یوں آپ کی کوشش اور فکر کے نتیجے میں یہاں کے ماحول میں بہت تیزی کے ساتھ دینی بیداری پیدا ہوئی۔ آج یہاں علم کے مینارے حفاظ، قراء، علماء اور مفتیان کرام جو نظر آرہے ہیں، اکثر بالواسطہ اور بلاواسطہ آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

اسی زمانے میں جناب چودھری محمد عارف صاحب اوجھاری کے زیر نگرانی دہلی میں سالانہ مسابقہ قراءت ہوا کرتا تھا، جس میں ملک، بیرون ملک سوڈان، ملیشیا، انڈونیشیا، ایران

وغیرہ سے قراء حضرات شرکت کرتے تھے، قیام اوجھاری کے دوران آپ ان مسابقات میں ایک عرصہ تک فیصل کے فرائض انجام دیتے رہے۔

بیس سال اوجھاری میں گزارنے کے بعد آپ مدرسہ ناصرالعلوم کانٹھ ضلع مرادآباد تشریف لے گئے، ایک سال وہاں قیام رہا، پھر ۲۳/جولائی ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا اطہر شاہ صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی محمد آفتاب صاحب مہتمم مدرسہ شمس العلوم سنبھل اورالحاج حافظ فرید الدین صاحب استاد مدرسہ شمس العلوم کے مشورے سے مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل تشریف لے آئے۔ ۲/ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱/اگست ۱۹۸۴ء کو مدرسہ ہذا میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے،نوسال تک مدرسہ ہٰذا میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ۱۰/رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۱/فروری ۱۹۹۵ء کو محلہ کوٹلہ سرائے ترین سنبھل کے کچھ معزز حضرات کے مشورے سے آپ نے مسجد بلال میں ایک مکتب مدرسہ چشمۂ رحمت کے نام سے شروع کیا، اور پھر اپنی آخری سانس تک مدرسہ چشمۂ رحمت ہی میں خدمت انجام دیں۔

مسلک دیوبند کی ترویج واشاعت

آپ مسلک دیوبند (اہل سنت والجماعت) کے مزاج ومذاق کے امین ومحافظ تھے، آپ نے دینی وتعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ مسلک دیوبند کی ترجمانی اوراس کی ترویج واشاعت پر بھی خصوصی محنت کی، جہاں بھی رہے شرک وبدعات اور رسوم ورواج کو مٹا کر ایک معتدل اسلامی فضا قائم کرنے کی کوشش کی، جس کے آثار ونقوش متعلقہ علاقوں میں آج تک محسوس کیے جارہے ہیں۔

جمعیت علمائے ہند سے وابستگی

آپ جمعیت علماء تحصیل حسن پور کے نائب صدر، صوبائی منتظمہ کے رکن اور مرکزی جمعیت علماء کے بھی رکن تھے، جمعیت کے تمام علاقائی وملکی پروگراموں میں شرکت بھی کرتے تھے اور بحیثیت ذمہ دار اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے تھے،جس کی بناء پر صدر جمعیت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ صاحب سے بھی خاصا تعلق تھا۔

مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق آپ کا نقطہ نظر

کسی بھی دانش گاہ اور علمی آماجگاہ کے لیے نظام تعلیم وتربیت کے ساتھ نصاب تعلیم کی بڑی اہمیت ہے، نصاب تعلیم ہی سے علمی وفکری جہتیں متعین ہوتی ہیں، برصغیر کے اکثر مدارس اسلامیہ میں حضرت ملا نظام الدین کا مرتب کیا ہوا نصاب تعلیم رائج ہے، جو آٹھ سال کو محیط ہے، جس سے طلبہ میں علمی رسوخ فقہی بصیرت، ذوق حدیث اور فہم قرآن کے ساتھ ساتھ تمام علوم شریعہ میں گہرائی وگیرائی پیدا ہوجاتی ہے۔آٹھ سال کی تکمیل پر طالب علم کو ایک سند دی جاتی ہے، اس کو فاضل یا فارغ التحصیل تسلیم کیا جاتا ہے، اگر کوئی طالب علم آٹھ سال مکمل کیے بغیر تعلیمی سلسلہ منقطع کردے تو وہ کسی سند کا مستحق نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کی کوئی اہمیت سمجھی جاتی ہے، ایسے طلبہ کو لے کر آپ بڑے فکر مند تھے، آپ مدارس اسلامیہ کے موجودہ نصاب تعلیم سے اتفاق رائے رکھتے ہوئے اس میں درجات اور سندات کے خواہاں تھے۔

عربی نصاب تعلیم میں درجات وسندات کی ضرورت

آپ یہ چاہتے تھے کہ مدارس اسلامیہ کے نصابِ تعلیم میں درجات (گریڈ) اور سندیں متعین کی جائیں۔ مثلاً جس طرح عصری تعلیم میں درجے اور سندیں متعین ہیں۔ سات درجے پڑھنے کے بعد میڈل دس پڑھنے کے بعد ہائی اسکول اور بارہ پڑھنے کے بعد انٹر اور بی اے وغیرہ کی سندیں دی جاتی ہیں۔

اس طرح عربی نصاب تعلیم میں بھی درجہ، اس کی مدت اور سند متعین ہو۔ پورے نصاب تعلیم میں تین درجے متعین کئے جائیں۔ پہلا درجہ شرح جامی تک، دوسرا مشکوٰۃ تک اور تیسرا دورۂ حدیث تک، ہر درجہ کی تکمیل پر طالب علم کو سند دی جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی طالب علم آٹھ سال مکمل کیے بغیر تعلیمی سلسلہ منقطع کر دے تو اس کے پاس بھی ایک سند ہوگی اور اسے "کچھ نہیں" کا احساس نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے طلبہ میں خود اعتمادی اور اگلے درجے میں پہنچنے کے لیے ایک نئی امنگ اور جذبہ بھی پیدا ہوگا۔ نیز دورۂ حدیث میں طلبہ نکھر کر پہنچیں گے اور تعلیمی معیار میں جماؤ پیدا ہوگا۔

اربابِ مدارس کے نام خط

چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے ارباب مدارس خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب اور مجلس شوریٰ کے نام ایک خط لکھا، جس کا متن یہ ہے:

عربی نصاب تعلیم جو بزرگوں کا وضع کیا ہوا ہے جس کا مقصد علم تفسیر و حدیث اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل دورۂ تفسیر اور دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اس سے پیشتر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں موقوف علیہ یا غیر موقوف علیہ ان کی بحیثیت کہہ لیجئے صرف مبادیات کی سی ہے۔ پورے نصاب کو مکمل کرنے میں کم سے کم سات آٹھ سال لگ جاتے ہیں، دورہ پڑھنے کے بعد ایک سند کا مستحق ہوتا ہے جس کو فاضل یا فارغ التحصیل کہتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ سے دورہ مکمل نہ کرسکا یہاں تک کہ مشکوٰۃ شریف تک مبادیات پڑھ لیں، بس وہ کچھ بھی نہیں نہ وہ کسی سند کا مستحق ہے اور نہ اس کی کوئی حیثیت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیاوی تعلیم میں سات درجے پڑھ لئے تو میڈل اگر دس پڑھ لئے تو ہائی اسکول، بارہ پڑھ لئے تو انٹر وغیرہ کے درجات قائم ہیں اور سندیں دی جاتی ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ عربی نصاب تعلیم میں بھی درجے قائم کئے جائیں اور ہر درجے کی ایک سند اور اس کی ایک مدت مقرر ہو، پورے نصاب میں کتنے مدارج ہوں اور کتنی مدت؟ یہ ماہرین تعلیم کی رائے پر موقوف ہے۔ ناقص رائے یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اختلاف ہو پورے نصاب میں تین مدارج ہوں۔ پہلا درجہ شرح جامی تک، دوسرا مشکوٰۃ شریف اور تیسرا دورۂ حدیث شریف تک اس طرح کر لینے سے بہت فائدے ہیں۔ مثلاً طالب علم نہ بددل ہوگا اور نہ اکتائے گا، چونکہ ایک درجہ مکمل کرنے کے بعد

دوسرے درجے میں پہنچنے کی وجہ سے اس کے ارادے میں تازگی پیدا ہوگی، اور نئی امنگ اور شرح جامی تک عبارت پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت تو پیدا ہو جائے گی، اگر کوئی یہ درجہ حاصل کرنے کے بعد کوئی اور علم حاصل کرنا شروع کردے۔ مثلاً طب یا تعلیمی سلسلہ ختم کردے تو بھی افادیت سے خالی نہیں، کم سے کم کچھ نہیں کا احساس دامن گیر نہ ہوگا، اور یہ تو سمجھے گا کہ میں کچھ ہوں اور میرے پاس فلاں سند ہے، اور سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا جس کی یہ چند سطور محرک ہیں: دورہ میں جو طلبہ پہنچیں گے وہ نکھر کر پہنچیں گے، بھرتی کی وجہ سے جو تعلیمی معیار روز بروز انحطاط پذیر ہے جماؤ پیدا ہوگا، اور طلبہ ذی استعداد بن کر نکلیں گے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ارباب مدارس عربیہ اس طرف توجہ دیں۔ خصوصاً حضرت مہتمم صاحب اور ارکان شوریٰ دارالعلوم دیوبند''۔

بیعت وسلوک

رب کائنات نے آپ کو بچپن سے ہی پاکیزہ صفت اور اخلاق حسنہ سے نوازا تھا، مزید اصلاح باطن کے لئے آپ یوسف پور کے قیام کے دوران قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فضلی نقشبندی مجددیؒ سے بیعت ہوئے جو قطب العارفین حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے، شاہ صاحب اس وقت فیض آباد میں مقیم تھے، آپ کے یہاں سنتوں کا بڑا اہتمام تھا، عزیمت پر بھی بہت سختی سے عمل ہوتا تھا۔

چند خاص اساتذہ کرام

یوں تو آپ نے بہت سے اہل علم حضرات سے کسب فیض کیا، بڑے بڑے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جن کا احاطہ دشوار ہے، تاہم دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا معراج الحق صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسے جلیل القدر اساطین علم اور علوم نبوت کے آفتاب و ماہتاب شامل ہیں۔

چند خاص تلامذہ

آپ سے کسب فیض کرنے والے اور آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کرنے والے طالبین کی ایک لمبی فہرست ہے، جس کو قید تحریر میں لانا دشوار ہے، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:
مولانا سلطان احمد صاحب قاسمی بچھراؤں، مولانا ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب بچھراؤں، قاری بشیر احمد صاحب بچھراؤں، قاری محمد سلیمان صاحب اوجھاری، مولانا غیاث الدین صاحب اوجھاری، مولانا اصغر صاحب اوجھاری، مولانا مہدی حسن صاحب اوجھاری، مولانا ظہیر احمد صاحب گنگوار، ڈاکٹر خالد زماں کرتپور، بجنور، حافظ شریف احمد خان صاحب دہلی، قاری محمد

یاسین صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب قصبہ ٹھاکر دوارہ، مولانا عتیق احمد صاحب محلہ کوٹلہ سرائے ترین، مولانا عبدالستار صاحب سرائے ترین، حافظ محمد اسلم صاحب سرائے ترین، حافظ محمد افضل صاحب سرائے ترین، حافظ مبشر احمد سرائے ترین، حافظ محمد ارشد صاحب سرائے ترین سنبھل۔

عادات واخلاق

تمام اعلیٰ صفات کے خوگر ہونے کے باوجود بڑائی آپ میں ذرہ برابر نہ تھی، انتہائی سادہ اور متحمل المزاج تھے، خوش مزاجی، خندہ جبیں اور تواضع آپ کی نمایاں صفات تھیں، آپ کی ذات گرامی تربیت روحانی میں باکمال زندگی کے ہر جزو وکل میں متبع سنت، طاعت وعبادت میں شب زندہ دار تھی، آپ رحمت ورافت، شفقت ومحبت کے پیکر مجسم تھے، جس کسی کو بھی آپ سے تعلق اور وابستگی ہوجاتی چاہے مختصر مدت کی ہو وہ آپ کی اس مخلصانہ ادا کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہر شخص سے ایسا مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے کہ سب یہی باور کرتے کہ حضرت کی شفقت وعنایت مجھ پر سب سے زیادہ ہے، آپ کی سادگی عاجزی وانکساری ضرب المثل ہے، دست قدرت نے آپ کو تمام اعلی صفات سے نوازا تھا، آپ اس شعر کے حقیقی مصداق تھے:

آنکھیں جھکیں جھکیں تھیں پلکوں پہ نور تھا
دیکھئے ان کی سادگی میں کتنا شعور تھا

امتیازات وخصوصیات

آپ کی پوری زندگی خدمت دین اور اشاعت علوم نبویہ سے عبارت ہے، مختلف مقامات پر رہ کرآپ نے دینی وعلمی خدمات انجام دیں، جہاں بھی رہے سینکڑوں حفاظ، قراءاور علماء تیار کئے۔ ذہن ودماغ پر ہمیشہ ایک دینی فکر مسلط رہتی تھی، جس کے نتیجے میں کئی جگہ مدارس ومکاتب بھی قائم کئے، کئی مدارس کی تشکیل نو بھی کی، آپ بزرگوں کی روایات کے محافظ اور مسلک دیو بند کے مزاج ومذاق کے امین تھے، بگڑے ماحول کوسنوارنے اور بدعات وخرافات رسم ورواج کومٹانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ قدرت کے دست فیاض نے آپ کوحسن صورت وحسن سیرت دونوں سے آراستہ اورمزین کیا تھا، خاص بات یہ رہی کہ زندگی کا ایک دور بھی خالی نہیں گزرا، آخری دم تک دین کی خاطر قربانیاں دیتے رہے۔

آپ صرف ایک عالم دین ہی نہیں تھے کہ جسے صرف کتاب وسنت کا علم ہو، تعلیم و تربیت میں یدطولی حاصل ہواور صلاح وتقوی، زہد وامانت، اخلاص و پاک نفسی سے حصۂ وافر پایا ہو، یہ سب تو تھے ہی اور بھی بہت کچھ تھے، آپ نے پوری زندگی ایک مسافر کی طرح گزاری، سادگی اور کفایت شعاری آپ کی زندگی میں اس طرح رچ بس گئی تھی جیسے گلاب میں خوشبواورتاروں میں روشنی، فرط تواضع کا یہ حال تھا کہ شاعر کہتا ہے۔

تواضع کا طریقہ صاحبو! سیکھو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

آپ ان پاکیزہ اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے مکمل نمائندے تھے جن کے سحر نے کتنے دشمنوں کو دوست اور کتنے خوں خوار ظالم اور جابروں کو مہربان و دردمند بنادیا تھا۔

خود اپنے چمکنے کی جس میں قدرت ہو
وہ ذرہ منتظر فیض آفتاب نہیں

آپ کی زندگی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے، بلند ہمتی، عزم اور حوصلہ آپ کی زندگی سے بخوبی سیکھا جاسکتا ہے، زندگی کے نشیب و فراز سے کبھی آپ متاثر نہ ہوئے جہاں بھی رہے اولوالعزمی عزم و حوصلہ اور پوری تندہی کے ساتھ دین کی خدمات انجام دیں۔

شام زندگی

بالآخر وہ دن بھی آیا جس دن سے ہم سب کو گزرنا ہے اور جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ الغرض ۸۵ر سال کی عمر میں زندگی کا یہ مسافر تھک گیا، اور ۸ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد نماز عشاء اپنی نشاط حیات کو لپیٹ کر اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا، اس طرح آپ کی روشن زندگی کی کتاب کا آخری باب تمام ہوا۔

حیات انسان ہے شمع صورت ابھی ہے روشن ابھی فسردہ
نہ جانے کتنے چراغ یوں ہی جلا کریں گے بجھا کریں گے

نماز جنازہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب سہارنپوری مہتمم مدرسہ مصباح الظفر قصبہ ڈھکہ نے پڑھائی، اور آپ قبرستان حسن شہید سرائے ترین سنبھل میں ہمیشہ کے لئے محوخواب ہو گئے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

پسماندگان میں دولڑکیاں اور تین لڑکے مولانا مختار الحق، حافظ اظہار الحق اور حافظ ابرار الحق کو چھوڑا۔

اللہ تعالی درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔
آمین یارب العالمین

الحمد للہ بنعمته تتم الصالحات و الصلاۃ و السلام علی رسوله
فخر الموجودات و علی آله و اصحابه اجمعین۔